وفاق کے زیر انتظام پاکستان کے قبائلی علاقہ جات: تاریخ کے آئینے میں

پروفیسر ڈاکٹر غلام قاسم مروت*

عدنان فیصل**

الطاف اللہ***

Abstract

Federally Administered Tribal Areas are integral parts of the state of Pakistan. The north western borderland of Pakistan along with Durand Line, consisting of seven political agencies and six frontier regions, is known as Federally Administered Tribal Areas (FATA). After partition, the state of Pakistan while keeping intact the colonial legacy continued the special status of these areas. FATA as a political administration is an arrangement for the exigencies and requirement of the Grand Game. It did serve the Empire and the post-colonial structures with its defensive utility. It served to play its role in defence of British India and proved to be a strong bulwark against the Russian expansionism towards warm waters. It also

* ڈائریکٹر، ہائیر ایجوکیشن ٹیچرز ٹریننگ اکیڈمی، (HETTA)، حیات آباد، پشاور۔

** آفس مینجر، ڈسٹرکٹ ریکنسٹرکشن یونٹ بٹگرام، پراونشل ارتھ کوئیک ریکنسٹرکشن،اینڈ ریہیبلیٹیشن ایجنسی، خیبر پختونخوا۔

*** پی ایچ ڈی سکالر، ایریا سٹڈی سنٹر(رشیا، چائنا اینڈ سنٹرل ایشیاء)، یونیورسٹی آف پشاور و ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

played its role in the Afghan war and in the post-war scenario. It had its role in the post-9/11 regional situation which culminated into the American invasion of Afghanistan. But the post-invasion consolidation in Afghanistan has created a new situation due to which the overall context of the Grand Game has experienced radical changes that has changed the whole perspective of regional politics. It seems that American presence in Afghanistan has given birth to a new centre of power that may have different ramification for the old colonial structures like FATA.

وفاق کے زیر انتظام پاکستان کے قبائلی علاقہ جات کو مختصراً اور عام اصطلاح میں فاٹا(FATA) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے فاٹا۲۷۲۰ مربع کلو میٹر پر محیط پاک-افغان سرحد[۱] پر واقع ایک تنگ پٹی کی مانند ہے۔ فاٹا کے شمال اور مشرق میں صوبہ خیبر پختونخوا، جنوب میں صوبہ بلوچستان، جنوب مشرق میں صوبہ پنجاب جبکہ مغرب میں ملک افغانستان واقع ہے۔[۲] نیز فاٹا کے شمال میں خیبر پختونخوا کے ضلع لوئر دیر جبکہ مشرق میں بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، کرک، کوہاٹ، لکی مروت، ملاکنڈ، چارسدہ اور پشاور کے اضلاع کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ جنوب مشرق میں فاٹا صوبہ پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان جبکہ جنوب میں صوبہ بلوچستان کے ضلع ژوب اور موسیٰ خیل کے ساتھ جا ملتا ہے۔[۳]

فاٹا سات قبائلی ایجنسیوں اور چھ سرحدی علاقوں(Frontier Regions) پر مشتمل ہے۔ سات قبائلی ایجنسیوں کے نام باجوڑ، خیبر، کرم، مہمند، شمالی وزیرستان، اورکزئی اور جنوبی وزیرستان ایجنسی ہیں۔ جبکہ ایف آرز یعنی فرنٹیر ریجنز یا سرحدی علاقے بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، کوہاٹ، لکی مروت، پشاور اور ٹانک کے اضلاع ساتھ منسلک ہیں۔ اورکزئی ایجنسی کے علاوہ باقی تمام قبائلی ایجنسیاں افغانستان کے ساتھ مشترک سرحد رکھتے ہیں۔[۴] شمال اور مغرب میں فاٹا اور صوبہ خیبر پختونخوا دونوں ملکر افغانستان کے نو صوبوں کی ایک زنجیر یعنی صوبہ نورستان، کنڑ، ننگر ہار، خوست، پکتیکا، زابل، قندہار، ہلمند اور نیمروز سے منسلک ہے اور ان تمام صوبوں کی اکثریت پختون آبادی پر مشتمل ہے۔[۵] مردم شماری ۱۹۹۸ء کے مطابق فاٹا کی

آبادی۳.۱۳۸ ملین ہے جو کہ پاکستان کی کل آبادی کا۲.۴فیصد بنتا ہے۔ تاہم ان علاقوں کی موجودہ آبادی تقریباً ۳.۵ملین تصور کی جاتی ہے۔ اگرچہ فاٹا میں آباد لوگوں کا تعلق اکثر و بیشتر پختون نسل سے ہے تاہم دوسرے مذاہب کے لوگ یعنی سکھ اور ہندو بھی ایک محدود تعداد میں فاٹا میں آباد ہیں۔[6]

باجوڑ ایجنسی

باجوڑ ایجنسی رقبے کے لحاظ سے فاٹا کی سب سے چھوٹی ایجنسی ہے جس کا رقبہ۱۲۹۰مربع کلو میٹر ہے۔ اسے یکم دسمبر ۱۹۷۳ء کو ایجنسی کا درجہ دے دیا گیا اور اس کا ہیڈکوارٹر خار مقرر ہوا۔[7] یہ شمال مشرق میں خیبر پختونخوا کے ضلع دیر سے منسلک ہے جبکہ شمال مغرب میں افغانستان کیساتھ ملا ہوا ہے۔ باجوڑ ایجنسی جنوب مشرق میں ضلع ملاکنڈ اور جنوب مغرب میں مہمند ایجنسی سے جا ملتا ہے۔ ناواگئی اور بارنگ اس قبائلی ایجنسی کی دو بڑی اور نمایاں وادیاں ہیں جو اونچے پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ اس پہاڑی سلسلے کا بلند ترین نقطہ تین ہزار میٹر ہے۔ باجوڑ ایجنسی کا کل زیر کاشت رقبہ۷۱۲۱۴ہیکٹرز ہے جبکہ ۵۴۹۱۴ہیکٹرز زمین بنجر ہے۔ اس کا سیرابی رقبہ ۱۹۵۲۴ہیکٹرز جبکہ غیر سیرابی رقبہ ۵۴۵۹۷ہیکٹرز پر مشتمل ہے۔ اس ایجنسی میں واقع جنگلات ایک اندازے کے مطابق ۳۰۱۷۵ ایکڑ رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ انتظامی اعتبار سے باجوڑ ایجنسی کو سات تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی تحصیل بارنگ، چمرکند، خار، ماموند، ناواگئی، سالارزئی اور اتمان خیل۔ سالارزئی جو کہ قبیلہ ترکالانری کی ایک اہم شاخ ہے ایجنسی میں اکثریت میں ہے۔ سالارزئی شاخ کی مزید مختلف ذیلی شاخوں میں درجہ بندی کی گئی ہے جیسا کہ برام خیل یاخان خیل اور ابراھیم خیل وغیرہ۔ مردم شماری ۱۹۹۸ء کے مطابق باجوڑ ایجنسی کی آبادی تقریباً ۰.۵۹۵ ملین ہے۔[8]

خیبر ایجنسی

اس قبائلی ایجنسی کا قیام ۱۸۷۹ء میں عمل میں لایا گیا۔[9] خیبر ایجنسی جغرافیائی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے۔ دریائے کابل اور سلسلہ کوہِ سفید خیبر ایجنسی کے شمال میں، مہمند ایجنسی

شمال مشرق پشاور مشرق، کرم ایجنسی مغرب میں جبکہ افغانستان شمال مغرب اور اورکزئی ایجنسی جنوب میں واقع ہے۔ اس ایجنسی کا کل رقبہ ۲۵۷۶ مربع کلو میٹر ہے۔ درّہ خیبر تاریخی اعتبار سے خاصی اہمیت کا حامل درّہ اسی ایجنسی کا ایک اہم حصہ ہے اس کی لمبائی ۴۰ کلومیٹر ہے اور اونچائی ۳۸۷۰ فٹ ہے۔ دریائے باڑہ، چوڑ اور خیبر نلّہ اس ایجنسی کے تین بڑی ندیاں ہیں جو خیبر ایجنسی سے گزر کر بالآخر پشاور میں داخل ہوتے ہیں۔ سنگلاخ پہاڑ اور بنجر زمین اس کی خصوصیات گردانے جاتے ہیں۔ اس میں میدانی علاقے کے علاوہ کئی زیر کاشت رقبہ اور دلکش وادیاں مثلاً باڑہ، بازار، میدان اور وادی راجگال بھی واقع ہیں۔[۱۰]

خیبر ایجنسی کے سماجی خدوخال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں پر چار بڑے قبیلے یعنی آفریدی، شنواری، مُلا گوری اور شلمانی آباد ہے۔ آفریدی قبیلہ مزید مختلف شاخوں اور ذیلی شاخوں مثلاً آدم خیل، آکا خیل، کمر خیل، کمبر خیل، کوکی خیل ملک دین خیل، سپہ اور ذکا خیل میں منقسم ہے۔ اس طرح شلمانی قبیلہ، شمشیر خیل، خلیم زئی اور کم شلمانی جبکہ مُلا گوری قبیلہ آدم خیل اور اسماعیل خیل اور شنواری قبیلہ علی شر خیل وغیرہ میں تقسیم ہے۔[۱۱] خیبر ایجنسی کی آبادی تقریباً ۰.۵۴۷ ملین ہے۔[۱۲]

کرم ایجنسی

کرم ایجنسی کا قیام ۱۸۹۲ میں عمل میں لایا گیا۔ اس کا کل رقبہ ۳۳۸۰ مربع کلومیٹر ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ ایجنسی شمال اور مغرب میں ہمسایہ ملک افغانستان سے، مشرق میں خیبر اور اورکزئی ایجنسی، جنوب مشرق میں خیبر پختونخوا کے ضلع کوہاٹ سے جبکہ جنوب میں شمالی وزیرستان ایجنسی سے جا ملتا ہے۔ طوری اور بنگش کرم ایجنسی کے دو بڑے اور اہم قبیلے ہیں جبکہ دوسرے نسبتاً چھوٹے قبیلے مثلاً علی شیر زئی، منگل، مسوزئی، مقبل، پاڑہ چمکنی، سیّد اور زیتشت بھی کرم ایجنسی میں عرصہ دراز سے آباد ہیں۔ شیعہ اور سنی برادری کا ایک ہی ایجنسی (کُرم) میں آباد ہونا اسی ایجنسی کا خاصہ ہے۔[۱۳]

کرم ایجنسی کو تین حصوں میں یعنی اَپر، سنٹرل اور لوئر کرم میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اَپر

کُرم کی ۸۰ فی صد آبادی شیعہ برادری پر مشتمل ہے۔ جبکہ سنٹرل کُرم میں ۹۵ فی صد سُنی برادری آباد ہے اور اسی طرح سُنی برادری لوئر کرم میں بھی اکثریت میں ہے جن کی آبادی ۸۰ فی صد شمار کی جاتی ہے۔ اس ایجنسی کی کل آبادی تقریباً ۹۳۵،۰۰۰ ہے۔[۱۴]

مہمند ایجنسی

مہمند ایجنسی ۱۹۵۱ء میں قائم ہوئی۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ ایجنسی شمال میں باجوڑ ایجنسی، مشرق میں ضلع چارسدہ اور ملاکنڈ، جنوب مشرق میں پشاور جبکہ جنوب اور مغرب میں بالترتیب خیبر ایجنسی اور افغانستان سے ملتی ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۲۹۶ مربع کلومیٹر ہے جبکہ اس کی آبادی تقریباً ۰.۴ ملین ہے۔ ۱۹۵۱ء سے قبل اس ایجنسی کا انتظامی دیکھ بھال پولیٹکل ایجنٹ خیبر کرتا تھا۔ مہمند ایجنسی پڑوسی ملک افغانستان کے ساتھ ۶۸ کلومیٹر سرحد رکھتا ہے۔ دریائے کابل خیبر اور مہمند ایجنسی کے درمیان ایک قدرتی سرحد کا کام سر انجام دیتا ہے۔ گنداؤخوڑ، دریائے کابل اور دریائے سوات تینوں مہمند ایجنسی سے ہو کر بالآخر ضلع چارسدہ میں داخل ہوتے ہیں۔[۱۵] اس ایجنسی میں مقیم لوگوں کا تعلق حلیم زئی، موسیٰ خیل، صافی، تراکزئی اور اُتمان خیل قبیلوں سے ہیں۔[۱۶]

شمالی وزیرستان ایجنسی

اس قبائلی ایجنسی کا قیام ۱۹۱۰ء میں عمل میں لایا گیا۔ اس ایجنسی کا رقبہ ۴۷۰۷ مربع کلومیٹر ہے جبکہ اس کا صدر مقام میرانشاہ ہے۔ اس کے شمال میں ضلع ہنگو اور کرم ایجنسی، مشرق میں ضلع بنوں اور کرک جبکہ جنوب میں جنوبی وزیرستان ایجنسی اور مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ اس ایجنسی میں آباد لوگوں کا تعلق داوڑ، وزیر، سیدگی اور گورباز قبیلوں سے ہے۔ وزیر قبیلہ مزید دیگر شاخوں اور ذیلی شاخوں مثلاً طوری خیل، کابل خیل، مدّا خیل، منظر خیل، بکّہ خیل اور جانی خیل میں منقسم ہے۔ شمالی وزیرستان کی آبادی تقریباً ۰.۴۶ ملین ہے۔[۱۷]

اورکزئی ایجنسی

اورکزئی ایجنسی فاٹا کی واحد قبائلی ایجنسی ہے جس کی سرحد ہمسایہ ملک افغانستان کے ساتھ نہیں ملتی جبکہ باقی تمام قبائلی ایجنسیاں مذکورہ ملک کیساتھ مشترک سرحد رکھتی ہیں۔ اورکزئی ایجنسی شمال میں خیبر ایجنسی، مشرق میں درّہ آدم خیل، جنوب میں خیبر پختونخوا کے ضلع ہنگو اور کوہاٹ جبکہ مغرب میں کرم ایجنسی سے جا ملتی ہے۔[۱۸] اس ایجنسی کا قیام دسمبر ۱۹۷۳ء کوعمل میں لایا گیا۔ اس کا رقبہ ۱۵۸۳ مربع کلومیٹر ہے۔ ۱۹۷۳ء سے پہلے یہ ایف آر کوہاٹ کا حصہ تھا جس کی انتظامی دیکھ بھال ڈپٹی کمشنر کوہاٹ کرتا تھا۔ مستورا اور خانکی طوئی دو بڑے پانی کے چشمے ہیں جو کہ مغرب میں واقع پہاڑی سے نکلتے ہیں اور آہستہ آہستہ مشرق کے طرف بہتی ہیں۔ اورکزئی اور دولت زئی دو بڑے قبیلے اس ایجنسی میں مقیم ہیں۔ اس ایجنسی کی کل آبادی۲۲۵.۰ ملین ہے۔[۱۹]

جنوبی وزیرستان ایجنسی

جنوبی وزیرستان ایجنسی ۱۸۹۳ء میں قائم ہوئی۔ یہ رقبے کے اعتبار سے سب سے بڑی قبائلی ایجنسی ہے جس کا کل رقبہ ۶۶۲۰ مربع کلو میٹر ہے۔ یہ شمال میں شمالی وزیرستان ایجنسی، مشرق میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، مغرب میں افغانستان جبکہ جنوب میں صوبہ بلوچستان کیساتھ ملتی ہے۔ ٹانک زام، شاہور اور گومل بڑے دریا جبکہ وانا، زرمیلان، سپین اور بروان اس ایجنسی کے بڑے میدانی علاقے ہیں۔ اس میں مختلف قبیلے مثلاً وزیر، محسود، دوتانی اور سلیمان خیل مقیم ہیں۔ اس کی کل آبادی تقریباً ۴۳۰.۰ ملین ہے۔[۲۰] وانا اور کانیگورم اس ایجنسی کے دو مشہور قصبے ہیں۔

ان ساتھ قبائلی ایجنسیوں کے علاوہ، فاٹا میں چھ چھوٹے چھوٹے قبائلی زون جن کو سرحدی علاقے(FRs) کہتے ہیں بھی واقع ہے۔ یہ سرحدی علاقے جن اضلاع کے ساتھ ملتے ہیں ان اضلاع کے متعلقہ ڈپٹی کمشنرز ان علاقوں کے انتظامی معاملات کو سنبھالتے ہیں۔[۲۱] ایف آر بنوں شمالی اور جنوبی وزیرستان، ضلع کرک اور بنوں کیساتھ ملا ہوا ہے۔ اس کا کل

رقبہ ۸۷۷ مربع کلومیٹر جبکہ آبادی تقریباً ۰.۰۲۰ ملین ہے۔ اس میں مقیم آبادی کا تعلق زیادہ تر احمد زئی اور اُتمانزئی قبیلوں سے ہے۔ اس کی انتظامی اُمور کو نمٹانے کیلئے ایک اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ کو تعینات کیا گیا ہے جو کہ ڈپٹی کمشنر بنوں کے زیرِ نگرانی کام کرتا ہے۔[۲۲] ایف آر ڈیرہ اسماعیل خان کا کل رقبہ ۳۲۲۹ مربع کلومیٹر جبکہ آبادی تقریباً ۰.۰۳۹ ملین ہے۔ اس میں دو بڑے قبیلے یعنی شیرانی اور اُسترانہ آباد ہیں۔[۲۳] یہ سرحدی علاقہ پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان، جنوبی وزیرستان ایجنسی، ڈیرہ اسماعیل خان اور بلوچستان کے ضلع ژوب سے ملتا ہے۔ مشہور پہاڑی تحت سلیمان اس علاقہ میں واقع ہے۔ اس کی انتظامی امور کو چلانے کی ذمہ داری ڈپٹی کمشنر ڈیرہ اسماعیل خان کو سونپی گئی ہے۔[۲۴] سرحدی علاقہ یعنی ایف آر کوہاٹ کا کل رقبہ ۴۶ مربع کلومیٹر جبکہ آبادی تقریباً ۰.۰۸۸ ملین ہے۔ اس میں آباد لوگوں کا تعلق آخوروال، شیراکئی، تورچپر، حاواکئی اور زرغون خیل قبیلوں سے ہے۔[۲۵] سرحدی علاقہ لکی مروت ۱۳۲ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۰.۰۰۷ ملین ہے۔ اس میں آباد لوگوں کا تعلق زیادہ تر بھٹانی قبیلہ سے ہے۔ اس کا انتظامی دیکھ بھال ڈپٹی کمشنر لکی مروت کے ذمہ ہے۔ سرحدی علاقہ پشاور، خیبر ایجنسی، ضلع کوہاٹ، نوشہرہ اور پشاور سے منسلک ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۶۱ مربع کلومیٹر جبکہ آبادی تقریباً ۰.۰۵۴ ملین ہے۔ اس میں آباد لوگوں کا تعلق اشوخیل، حسن خیل، خانہ کور اور یسانی قبیلوں سے ہے۔ اس علاقے کا انتظامی دیکھ بھال پولیٹکل ایجنٹ خیبر ایجنسی اور ڈپٹی کمشنر کوہاٹ کے سپرد ہے۔ آخری سرحدی علاقہ ٹانک ہے جس کا کل رقبہ ۱۲۲۱ مربع کلومیٹر جبکہ آباد تقریباً ۰.۰۲۷ ملین ہے۔ یہ جنوبی وزیرستان، ایف آر بنوں اور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے منسلک ہے۔ اس علاقے میں آباد لوگوں کا تعلق ڈھنہ، ٹٹہ اور وارسپون قبیلوں سے ہے۔[۲۶]

نقشہ فاٹا

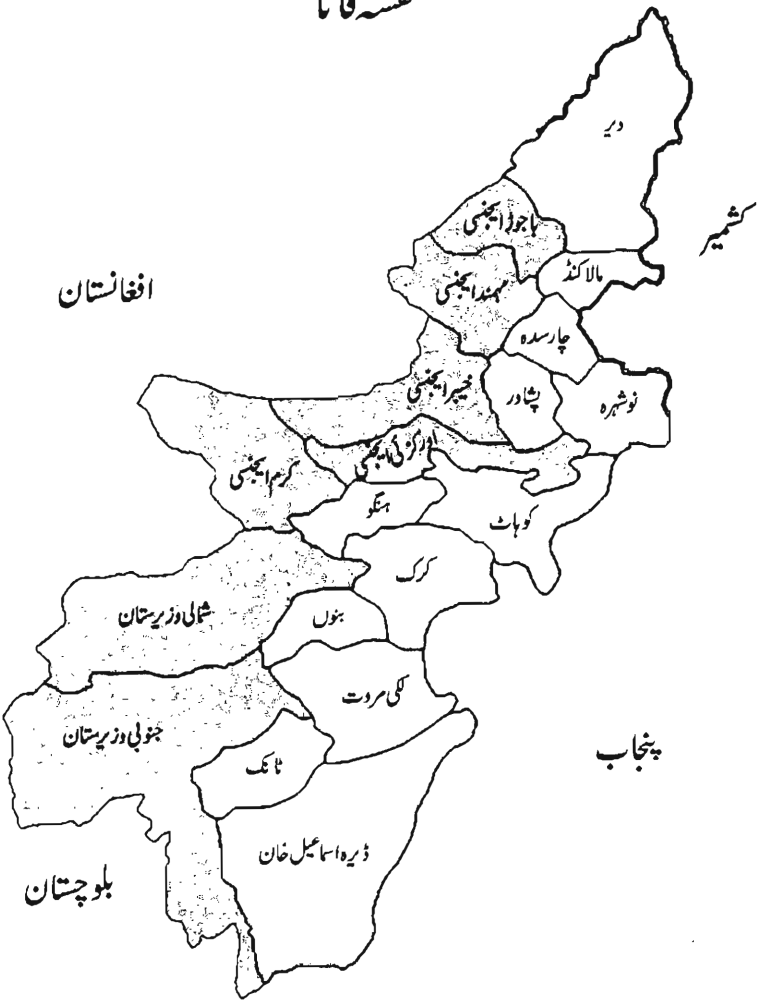

Source: www.fata.gov.pk (accessed on 12 June 2013)

فاٹا تاریخی حقائق کی روشنی میں ابتداء سے عہد حاضر تک

متحدہ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کے قیام پر ملک کا شمال مغربی سرحد جغرافیائی اعتبار سے مسلسل تبدیلی کے ایک عمل سے دو چار تھا۔ کیونکہ یہ مغل انتظامیہ کے مرکزی اقتدار سے براہِ راست واسطہ کھو چکا تھا اور اُبھرتے ہوئے مختلف مقامی اور نو آبادیاتی

طاقتوں کے زیر اثر آیا تھا۔ سیاسی طور پر ملک میں کوئی مؤثر مرکزی اقتدار قائم نہیں تھا۔ جس نے غاصبوں اور لٹیروں کے مختلف قانون شکن گروہوں کی نقل و حرکت کو موقع فراہم کیا جو ملک کے بالائی علاقوں سے درّوں کے ذریعے ہندوستان کے میدانی علاقوں میں اُترتے تھے۔ سماجی طور پر معاشرہ حالتِ خانہ بدوشی کے ایک دور سے گزر رہی تھی جو وسطی ایشیاء سے ہندوستان اور اس کے برعکس خانہ بدوش نقل و حرکت میں تھی۔ خانہ بدوش کنبے یا گروہ اب تک منظّم قبائلی ڈھانچوں میں تشکیل نہیں پا چکے تھے۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ برطانوی نوآبادیاتی ارباب اختیار نے اس علاقے کے معاشرے کو حالت قبائلیت میں پایا۔ خانہ بدوش کنبوں کو قبائلی ادراک ضرور تھا مگر معاشرہ ابھی قبائلی طرز پر منظّم نہیں تھا اور خانہ بدوش نقل و حرکت روزمرہ کا معمول تھا۔ لوگوں کا یہ خانہ بدوش نقل و حرکت ہمیشہ کیلئے پُر امن تھی اور اس کا ہندوستان کے سماجی ماحول پر کوئی منفی اثر نہیں تھا۔ اس نقل و حرکت کو آب و ہوائی اور معاشی عوامل نے ہمیشہ کیلئے متحرک رکھا جیسا کہ اکثر خانہ بدوش کنبوں نے اپنے مویشیوں کیلئے سرسبز چراگاہیں تلاش کرنے تھے جو ہندوستان اور وسطی ایشیاء میں آب و ہوائی تبدیلیوں کی بدولت فروغ پا رہے تھے۔

یہ کہنا حیرت کی بات ہے کہ برطانوی سلطنت کے آمد پر خانہ بدوش معاشرہ تشدد کی طرف مائل ہونے لگا جس کا ہندوستان کے سیاست اور سماج پر دور رس سماجی، معاشی اور سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔ ایک طرف ایسٹ انڈیا کمپنی، سکھوں اور مرہٹوں کی ابھرتی ہوئی طاقتوں اور دوسری طرف سلطنت مغلیہ کے بتدریج زوال نے ایک ایسی صورت حال پیدا کی تھی جس نے ملک میں تخت نشینی کیلئے جدوجہد کو تیز کر دیا۔ طاقت کا توازن متزلزل اور کھسکا تھا اور ہندوستان میں طاقت کے اس توازن کو مستحکم بنانے کیلئے بیرونی قوتوں اور عناصر کی ضرورت تھی۔ یہ عناصر یا تو ہندوستان کے جنوب مشرقی ساحلوں یا پھر وسطی ایشیاء سے درّوں کے ذریعے شمال مغربی سرحدوں کے اُس پار سے آ سکتے تھے۔

طاقت کے حصول کی اس جدوجہد میں فرانسیسیوں نے ہندوستان کے سمندری ساحلوں سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی جبکہ منظّم خانہ بدوش گروہوں نے وسطی ایشیاء سے نادر شاہ اور احمد

شاہ ابدالی کی نگرانی میں مرہٹوں اور سکھوں کی مخالفت کی۔ ''گرینڈ گیم''(Grand Game) کے ابتدائی مرحلے میں ہندوستان کے محیط گھیر شمال مغربی سرحدیں شدید سماجی، ثقافتی اور سیاسی تبدیلیوں سے دو چار تھی۔ جس نے اس خطے میں مستقل جمود، سماجی استمرار اور ثقافتی تنہائی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ وسطی ایشیاء سے پر امن خانہ بدوش نقل و حرکت رفتہ رفتہ پر تشدد حملوں میں بدل گئی۔ سیاسی طور پر متحرک جارحیت نے قدرتی موسمیاتی اور معاشی عوامل کی بدولت رائج خانہ بدوش نقل و حرکت کی جگہ لے لی۔ ان رجحانات کا ہندوستان کے اندرونی سیاست پر دور رس اثرات مرتب ہوئے جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی اُبھرتی ہوئی طاقت کیلئے سازگار ماحول فراہم کیا اور ہندوستان میں طاقت کے کھیل میں سکھوں اور مرہٹوں کی عروج کے امکانات کو کمزور کیا۔

یہ بات واضح ہے کہ خانہ بدوش برادریاں ہمیشہ ایک قدرتی ارتقائی عمل سے ہو کر قبائلی ڈھانچے میں فروغ پاتے ہیں جس پر عموماً صدیاں لگتی ہیں۔ لیکن قبائلی علاقہ جات بالخصوص اور ہندوستان کا پورا شمال مغربی علاقہ بالعموم اس ضمن میں مختلف تھا۔ یہاں پر فطری یا حقیقی خانہ بدوش برادریاں سامراجی ساز باز اور تسلط کا نشانہ بنی جس کی وجہ سے معاشرے کا خانہ بدوش ہیئت اور ڈھانچہ مصنوعی طور پر اور قبل از وقت ایک جامد قبائلی معاشرے میں بدل گئی۔ خانہ بدوش نقل و حرکت پہلے منظّم تشدد میں بدل گئی اور پھر سیاست زدہ ہوئی اور بعد میں نام نہاد ''کلوزڈ ڈور پالیسی'' کے محرکات کی بدولت رک گئی۔ خانہ بدوش معاشرہ مجبور تھا کہ سامراجی ضروریات کے دباؤ کے تحت اوسادن یا رسوپ کے عمل اور غیر حقیقی آبادکاری کا ایک غیر قدرتی گتھین اختیار کرے۔ حقیقی خانہ بدوش برادریوں کو مصنوعی طور پر بناوٹی اقدار، رسم و رواج اور روایات کے ساتھ قبائلی ڈھانچے کا درجہ دیا گیا۔

درحقیقت قبائلی معاشرے کا نیا شکل و صورت ایک بناوٹی، غیر حقیقی اور سازباز پر مبنی معاشرتی ترتیب تھا جس کو ایک ''مصنوعی ڈھانچہ'' (Artificial Construct) کے طور پر بنایا گیا۔ معاشرہ و معیشت اپنے تہذیبی اقدار سمیت خانہ بدوش کیفیت سے بڑے تقلیب سے گزرتے ہوئے ایک قبائلی ڈھنگ لیے سامراجی منصوبوں کی طرف چلی گئی۔ نئے اقدار

کو فروغ دیا گیا، نئے روایات قائم کیے گئے اور نئے ثقافت کو پروان چڑھایا گیا۔ خانہ بدوش معاشرے کی پختونولی کو قبائلی معاشرے کی پختونولی میں تبدیل کیا گیا۔ نوآبادیاتی اور سامراجی ضروریات کے پیش نظر نئے ضابطے کو قرونِ وسطیٰ کے ایشیائی خانہ بدوشی کے لب و لہجہ کے ساتھ متعارف کروایا گیا۔ لیکن اقدار و روایات کے مفاہیم اور تصورات میں نئے ''سامراجی تشکیل'' (Imperial Construct) کے تناظر میں بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ خانہ بدوش معاشرے کی اقدار اور مصنوعی قبائلی معاشرے کی اقدار میں تمیز کو اجاگر کرنا طلباء، تجزیہ نگاروں اور محققین کیلئے ایک اہم اور بنیادی نکتہ ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر فاٹا میں موجودہ قبائلی معاشرے کے معاملات کو بخوبی جاننا اور سمجھنا مشکل ہے۔

شمال مغربی سرحدوں سے وابستہ برطانوی حکومت کی حساسیت ہمیشہ کیلئے اس کی اندرونی اور بیرونی حکمت عملی کا اہم معاملہ رہا۔ شمال مغربی سرحد شاید زیادہ غیر محفوظ علاقہ تھا جو علاقائی طاقتوں مثلاً روس اور چین کی غیر ملکی جارحیت کیلئے بے نقاب تھا۔ شمال مغرب کی جانب برطانوی سامراجی توسیع کے عمل کو ہمیشہ تحفظ کے اندیشوں نے تقویت دی اور دو تہہ فنون لشکر کشی یعنی ''فارورڈ'' اور 'کلوزڈ ڈور'' حکمت عملی نے تسلسل پائی۔ برطانوی سلطنت کی بتدریج توسیعی عمل نے شمال مغربی سرحد کو جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف دھکیل دیا۔ برطانوی حکومت نے شمال مغربی ہندوستان کے معاشرے اور معیشت کو ہمیشہ تحفظ کے اندیشوں کی رو سے پرکھا۔ پس قبائلی معاشرہ و معیشت جو ''تشکیل نو'' (New Construct) کے ڈھانچے میں سے نشوونما پائی بنیادی طور پر شمال مغربی سرحدوں کیلئے ایک حفاظتی حصار کا بندوبست تھا۔ اس لیے سیاسی انتظامیہ کو لازمی جنگی حربے کے طور پر فوجی انتظامیہ کے ساتھ ملایا گیا۔ معاشرہ و معیشت کو خطے میں جنگ اور امن کے ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے منظم کیا گیا۔ ہندوستانی سلطنت کا بیرونی کنارہ ہونے کے ناطے فاٹا کو ایک حفاظتی حلقے کا کردار ادا کرنا پڑا جو کہ سرحدوں پر واقع ایک خاردار تار یا خطرناک باڑ کی طرح تھی۔

یہاں کے لوگوں میں قبائلی تفاخر کے مضبوط احساس کو پیدا کیا گیا جن کے دلوں میں غیرت، بہادری، انتقام، ننواتی، مہمان نوازی اور تنظیم حجرہ کے مضبوط اقدار کو ڈالا گیا جیسے

پختونولی کے قواعد و ضوابط میں شامل تھا۔ اگرچہ خانہ بدوش معاشرے میں یہ اقدار یا تو کمزور یا پھر موجود نہ تھے مگر نئے قبائلی ''مصنوعی تشکیل'' (Artificial Construct) میں ان اقدار کو نہ صرف سامراجی منصوبے نے پروان چڑھایا بلکہ معمول سے بڑھ کر لاگو کیا اور سیاسی انتظامیہ نے اسے رسمی طور پر فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے تحت رائج کیا۔

اس ضمن میں جے ڈبلیو سپین یوں رقمطراز ہے:

''بلا شبہ جرگہ ایک پختون تنظیم تھا مگر فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے تحت جو صورت اس نے اختیار کی وہ حقیقی حالت سے دور کی بات تھی۔ کسی بھی واقعہ میں جرگے کا فیصلہ بنیادی طور پر مشاورتی حیثیت رکھتا تھا اور الزام سے سبکدوشی یا اثبات جرم اور سزا کا فیصلہ در اصل ڈپٹی کمشنر کے فرمان کے مطابق عمل میں لایا جاتا تھا''۔[۲۷]

برطانوی ہندوستان کے سرکاری انتظامیہ نے ہمیشہ ''دلالوں کے ایک مضر نظام'' کے ذریعے قبائل کے ساتھ باہم کام کیا اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے۔ اس نظام کی خرابی زیادہ تر سرکاری اہلکاروں کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یہ اس نظام میں ازخود موجود تھی۔

یہ دلال اور گماشتے سرکاری اہلکاروں اور سرکار کے نام کا استعمال کرتے ہوئے چیزوں کو اس طرح پیش کرتے تھے جو ان کے اپنے مفادات کیلئے معقول ہوتے تھے اور یہاں پر اس کے روک تھام یا ان پر قابو پانے اور جانچنے کے مناسب ذرائع نہ تھے۔ اس طرح ان دلالوں نے سرحد کے پار بڑی طاقت حاصل کی جو بدقسمتی سے انہوں نے اکثر اپنی قوت بڑھانے، سازشیں جاری رکھنے اور بے چینی پھیلانے کیلئے استعمال کیا۔[۲۸]

برطانوی انتظامیہ کی طرف سے اجرت پر لگائے گئے ان گماشتوں اور دلالوں میں سے اکثر سرحد پر ہولناک اثر حاصل کر چکے تھے اور تمام قریبی قبائل میں سے بدنام پہاڑی لٹیروں، قانون شکن افراد اور مفروروں کے ٹولوں کو منظم کرنے میں مگن تھے۔ [۲۹]

بطور گماشتہ یا دلال ملک یا سرداروں کے پاس اپنی کوئی طاقت نہ تھی اگر سرکار ان کو سہارا نہ دیتی اور ان کے پشت پر ہاتھ نہ رکھتی۔ یہ پورے واقع کا سچا راز ہے۔ یہ (دراصل) سرکار ہے جو ان لوگوں (دلالوں) کو بناتا اور مٹاتا ہے۔[۳۰]

فاٹا ''گرینڈ گیم'' کے مدعیوں کی طرف سے ممکنہ خطرات کے خلاف ہندوستانی سلطنت

کے دفاع کیلئے وضع کردہ جنگی منصوبے کا ایک حصہ رہ چکا تھا۔ یہ ایک روزن سیاہ تھا جو سلطنت کے گرد دفاعی اہمیت رکھتا تھا جس کے ذریعے امن اور جنگ کے موقع پر خطرات سے نمٹا جا سکتا تھا۔ فاٹا دراصل ایک حفاظتی بندوست تھا جو اس علاقے میں علی الحال (*status quo*) کے تحفظ و دوام اور یہاں کے لوگوں کو ان کی مخصوص جنگی معیشت اور سماج سمیت باقی دنیا سے مکمل طور پر الگ تھلگ رکھنے کیلئے فرنٹیر کرائمز ریگولیشن کے ڈھانچے میں سمو دیا گیا۔ قانون کی مکمل غیر موجودگی اور روایت کی حکمرانی معاشرے کو حالت انتشار میں دھکیل چکا ہے جہاں پر ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے اصول کا بول بالا ہے۔ آج بھی ریاست ذمہ داری نبھانے کی صورت میں موجود نہیں ہے مگر فرائض کی بجا آوری کی صورت میں حاضر ہے۔ فرد یا آدمی آزاد ہے مگر ہر جگہ قواعد اور روایات کی زنجیروں میں قید ہے۔

قبائلی لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ وہ ایک غیر مہذب زندگی میں فخر محسوس کریں اور قانون کی حکمرانی کے تصور کا محض اسلیے مذمت کریں کہ یہ نام نہاد قبائلی حریت اور آزادی کے راہ میں رکاوٹ ہے۔ قبائلی علاقہ جات میں آزادی کو بدترین قسم کی غلامی کے برابر سمجھا جاتا ہے جہاں پر انفرادی زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ زندگی کو کنبے اور قبیلے کی بنیادی ساخت کے اندر ہی متعارف کیا جاتا ہے۔ اور ''اجتماعی ذمہ داری'' کے اصولوں کی مد میں انفرادی زندگی یا وجود کو رد کیا گیا ہے۔ یہ قبائلی طریقے سے معاشرے اور معیشت کے سخت فوجی نظم و ضبط کا بدترین قسم ہے جو حالت جنگ کو دوام دیکر اس خطے میں سامراجی منصوبے کو آگے بڑھاتا ہے۔ غیر قانونی تجارت، درآمد و برآمد، نشہ آور ادویات، ہتھیار اور غیر قانونی تجارت معیشت کے بڑے ذرائع بنتے ہیں جو جائز کمائی، قابل مبادلہ پیداوار اور سخت کام کے تصور کو رد کرتا ہے۔ عورت طبقہ کو پردے کے بغیر کام کرنے کی اجازت ہے جبکہ آدمی کو بندوق سمیت آزاد رہنا ہے تا کہ دشمنی کی ذمہ داری کو نبھا سکے جو وہ اس معاشرے میں رہ کر مول لیتا ہے۔دائمی قبائلی جھگڑوں اور دشمنیوں کے نظام میں انتقام مرد طبقے کیلئے ایک مستقل گہری مقبولیت پیدا کر چکا ہے۔ جس میں کنبے کے لڑنے کی صلاحیت اس کی شان و شوکت اور طاقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

قبیلے کے لڑنے کی اس طاقت نے بالآخر سرحد کے اس پار سلطنت کے ممکنہ دشمن کے خلاف اجتماعی قبائلی غیرت کے تصور کے نام پر استعمال ہونا تھا۔ قبائلی معاشرہ مکمل طور پر ایک منفصل اور الگ تھلگ سماجی تنظیم بنا۔ جس میں کسی بھی بیرونی نظریے، رسم یا روایت کی سرائیت کی اجازت نہ تھی۔ معاشرے کی غیر نفوذ پذیری اور جزائری نے تاریکی کی دوام، توہمات اور سماجی جمود کو یقینی بنایا جس میں تشدد، جرائم اور لاقانونیت بآسانی پیدا اور پنپ سکی ایک طرف ''فارورڈ پالیسی'' کی اوزار کے طور پر سخت اور مشکل سماجی اور ثقافتی ماحول نے سلطنت کے گرد دفاع کو یقینی بنایا جبکہ دوسری طرف اس ماحول نے اندرونی طور پر ''کلوزڈ ڈور پالیسی'' کی مد میں کام کیا۔ ارتقاء کے قدرتی عمل کو غیر حقیقی مزاحمت کے نیچے دبایا گیا جس کا واضح اثر اب تک اس علاقے کے معاشرے اور معیشت پر موجود ہے۔ پسماندگی، ناپختگی، غربت، ناخواندگی، لاقانونیّت، جرائم اور عدم تحفظ سو سال سے روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ اس طرح کے سماجی اور معاشی حالات سے صرف یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ نام نہاد سرکش، ناقابل شکست اور غیر منطقی قبائلی شہرت کو جنم دیں جس کو ''فاورڈ پالیسی'' کے اوزار اور عظیم طاقتوں کے مابین جنگ میں ایندھن کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ فاٹا سماجی اور سیاسی سائنسی اطلاق کا ایک قابل ذکر مثال رہا ہے جس نے سلطنت کے تحفظ کی خاطر اس خطے میں علی الحال اور جمود کے دوام کو یقینی بنایا۔

قبائلی لوگوں کو قانون کے تحت زندگی گزارنے کا حق میسر نہیں ہے۔ عدالتوں کا دائرہ اختیار اور قوانین فاٹا میں نافذالعمل نہیں ہے۔ معاشرے کی تنظیم نو تختی سے وضع شدہ قبائلی طریقوں سے ایف سی آر کے ڈھانچے کے تحت عمل میں لائی گئی۔ جو یقیناً قدیم اور روایتی نمونوں اور عوامل کیساتھ معاشرے کو نئے معنی، شکل و صورت مہیا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر خانہ بدوش معاشرے کے ابتدائی قبائلی دور میں جرگہ کنبہ یا خاندان کے اندر بطور مجلس بزرگان ضرور موجود تھا مگرایف سی آر نے سیکشن آٹھ کے تحت اس کو مکمل طور پر نئے معنی اور شکل و صورت فراہم کی جو کہ جرگہ کی اصلی تصور سے روح و ماہیت میں بالکل مختلف ہے۔ اصلی جرگہ جس نے خانہ بدوش اور قبائلی زندگی کو قاعدے کے تحت چلایا روح و

ماہیت میں ایک سماجی تنظیم تھا۔ مگر وہ جرگہ جسے ایف سی آر نے شکل نو فراہم کی وہ نوآبادیاتی اور سامراجی انتظامیہ کا آلہ کار بنا جس کو سیاسی اور انتظامی مقاصد کیلئے استعمال کیا گیا۔

اس لیے یہ مناسب نہیں کہ نوآبادیاتی تقسیم کاری کو قبائلیت اور قرونِ وسطیٰ کے ایشیائی خانہ بدوشی کا ورثہ مانا جائے۔ تاہم یہ کہنا درست ہے کہ روایتی جرگہ کو ختم کیا گیا جو بتدریج قبائلی معاشرے میں اپنا وجود کھو بیٹھا۔ جرگوں کو چلانے میں شامل عوامل اور طریقہ کار بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلیوں اور تغیرات سے گزرے۔ ملا اور ملک کا کردار اپنے متعلقہ ذرائع اختیار یعنی شریعت اور روایت جیسا کہ ایف سی آر نے رائج کیا خانہ بدوش اور اصل قبائلی معاشرہ میں شاید اس کا کوئی حوالہ نہ تھا۔ پہلے زمانے کے بزرگ لوگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کی بدولت طاقت و وقار کے مالک تھے۔ جو ان کو محض بڑی عمر، تجربے اور دانشمندی کی وجہ سے حاصل تھی۔ اس کے برعکس ایف سی آر جرگہ کے قبائلی ملا اور ملک اپنا اقتدار، طاقت و وقار ان کی نوآبادیاتی اور سامراجی روابط کی بدولت حاصل کرتے ہیں۔ جرگہ کو انصاف کی تقسیم کے اوزار کے طور پر اس علاقے میں ریاستی قوانین اور عدلیہ کے دائرہ اختیار کی پہنچ کو روکنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ معاشرے کو مروجہ عدلیہ اور قانون کی حکمرانی کے عدم وجود نے اس امر پر مجبور کیا کہ وہ اپنی زندگی روایت اور شریعت کی صورت میں مبہم ضابطہ روایات کے تحت گزارے۔ تاہم مہذب زندگی گزارنے کی توقع قانون کی حکمرانی کے تحت اور عدلیہ کے دائرہ اختیار اور ذمہ دار حکومت ہی کے اندر ہی کی جا سکتی ہے۔

ایف سی آر نے غیر انسانی، غیر مہذب اور سزاؤں کا انوکھا نظام بھی مہیا کیا جس کی توقع کسی بھی مہذب معاشرے میں نہیں کی جا سکتی۔ ایف سی آر نے باب چہارم میں آرٹیکل۲۱ کے تحت غیر دوستانہ اور مخالف قبیلوں کی بندش جیسے سزائیں مہیا کیے۔ اسی آرٹیکل کے تحت حکومت مخالف قبیلوں کے تمام یا کسی بھی رکن کو گرفتار یا اس کی جائیداد ضبط کر سکتا تھا۔ حکومت بحق سرکار ضبطی کو بروئے کار لا سکتا تھا اور اس قبیلے کے تمام یا کسی بھی رکن کی

برطانوی ہندوستان میں رسائی کو ممنوع قرار دے سکتا تھا۔ آرٹیکل۲۲ کے تحت جرائم پر چشم پوشی کے الزام میں گاؤں اور باشندگان پر جرمانے لاگو ہوتے تھے۔

اسی طرح حکومت نے اپنی طاقت کے بل بوتے سرحدات پر نئے گاؤں یا میناروں کی تعمیر ممنوع قرار دے کر لوگوں کی گروہی، ثقافتی اور سماجی زندگی کو قاعدے کے تحت لایا۔ حکومت برطانوی ہندوستان کے سرحد کے قرب میں یا ۵ میل کے فاصلے پر کسی بھی دوسری جانب واقع گاؤں کو ہٹانے کا حکم دے سکتا تھا۔ یہ حجروں اور چوکوں کے معاملات کو بھی قاعدے کے تحت لا سکتا تھا۔ اس قسم کی کوئی عمارت ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت کے بغیر تعمیر نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ کسی بھی عمارت کو مسمار کر سکتا تھا جسے ڈاکو اور دوسرے مفرور استعمال کرتے تھے۔ اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ایف سی آر کو ابتدائی قرونِ وسطیٰ کے خانہ بدوش رقبائلی معاشرے کو نوآبادیاتی مصنوعی تعمیر یا ڈھانچہ میں سمونے کیلئے تعمیر نو اور سائنسی اطلاق نو کے اوزار کے طور پر استعمال کیا گیا۔

معاشرے کو قبائلی چوکسی کے سبب خود دفاعی تنظیم کے طور پر منظم کرنے کیلئے نوبتی چوکیداری کے نظام کو متعارف کرایا گیا۔ حکومت مجسٹریٹ کی اجازت نامہ کے بغیر کسی فرد کو ظالمانہ طور پر گرفتار کرنے کے اختیار کو استعمال کر سکتا تھا۔ ایف سی آر کے ان تمام شقوں کا لوگوں کے سماجی، معاشی اور ثقافتی زندگی اور کردار پر براہِ راست اثر پڑا۔ جس نے قبائلی فخر اور آزادی کے نام پر غلامی کی رِیت میں قبائلی لوگوں کی نفسیات کو تشکیل دیا۔

فاٹا لبطور سیاسی نظم و نسق ''گرینڈ گیم'' کے اشد تقاضوں اور ضروریات کو پورا کرنے کا ایک بندوست تھا۔ فاٹا نے سلطنت اور بعد از نو آبادیاتی ڈھانچوں کیلئے اس کے دفاعی افادیت کیساتھ ضرور کام کیا۔ اس نے برطانوی ہندوستان کے دفاع میں اپنا کردار ادا کیا اور گرم پانی کی جانب روسی وسعت پذیری کے خلاف ایک مضبوط مدافعت کا ثبوت دیا۔ اس نے افغان جنگ اور بعد از جنگی خدوخال میں بھی اپنا کردار ادا کیا۔ اس کے بعد از ۱۱ ستمبر کے علاقائی صورت حال میں بھی اپنا کردار رہا جو افغانستان پر امریکی حملے کی صورت میں انتہا کو پہنچا۔ لیکن بعد از حملہ، افغانستان میں استحکام نے ایک نئے صورت حال کو جنم

دیا۔ جس کی بدولت ''بڑے کھیل'' کا مجموعی لبادہ بنیادی تبدیلیوں سے دو چار ہوا جس نے علاقائی سیاست کے تمام تر تناظر کو تبدیل کیا۔ اس طرح دکھائی دیتا ہے کہ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی نے طاقت کا ایک نیا مرکز پیدا کیا ہے جس کے فاٹا جیسے پرانے نوآبادیاتی ڈھانچوں کیلئے مختلف نتائج ہو سکتے ہیں۔

افغانستان پر امریکی حملے کے بعد اس خطے میں اس ضمن میں وابستہ تبدیلیوں نے خطے کی سیاست کاپورا تناظر شدید طور پر تبدیل کیا ہے جس میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاٹا بڑے کھیل میں بطور محاذی لکھیر اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ افغانستان سے روسی انخلاء کے بعد محاذی لکھیر یا سلطنت کا سرحد پھیل گیا ہے اور امو دریا کے کناروں سے آگے چلا گیا ہے۔ فاٹا اپنے پرانے سماجی، قبائلی اور سیاسی بنیادی ڈھانچے اور جنگی ثقافت سمیت مزید اس خطے کی بدلتے ماحول کیساتھ موافق نہیں ہے۔ اگر سرحد کیساتھ پھیلے ہوئے درّے ماضی میں حملوں اور فتوحات کیلئے استعمال ہوتے تھے تو مستقبل میں ان کو تجارت، آمد و رفت، نقل و حمل، مواصلات اور سیاحت کیلئے استعمال ہونا ہے۔ بدلتے تناظرات کے منطق کا تقاضا ہے کہ قانون کی حکمرانی نے روایت کی حکمرانی کا جگہ لینا ہے، کشادگی، ادغام، اطاعت اور تہذیب نے قبائلی مجوزیّت، تنہائی اور نام نہاد فخر کا جگہ لینا ہے۔ قبائلی کردار کی سرکشی اور نا مغلوبی نے پسنا ہے۔ تشدد کو تشدد نے دبا دینا ہے۔ ملکوں اور جرگوں کی قدیم اور روایتی تنظیموں نے معدوم ہو جانا ہے۔ امن کو تشدد کی جگہ ترقی دینا ہے جس کیلئے پرانے تشدد آمیز ڈھانچوں کو توڑ ڈالنا ہے۔ پرانے ڈھانچوں کو توڑنے کیلئے جنگ ایک حربے کے طور پر ناگزیر ہے تا کہ معاشرے اور معیشت کو شکلِ نو دی جائے جس کو ماضی میں جنگ کے تقاضوں کے پیش نظر منظّم کیا گیا تھا۔ فاٹا بدلتے حالات و اوقات میں اپنا ربط و افادیت کھو چکا ہے۔ اس کو مصنوعی طور پر محفوظ رکھا گیا تھا جس کی اس طرح مزید کوئی ضرورت نہیں۔ پرانے عمارت کا انہدام قبائلی معاشرے کی مہذب، سیاسی اور قانونی نظام حکومت کے اصولوں پر تعمیر کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ اس گھڑی ہم فاٹا میں ایک جانب جنگ کی دہشتوں جبکہ دوسری جانب قبائلی معاشرے کی تعمیر اور اصلاحات کیلئے کوششوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اس وقت جنگ اور اصلاحات کیلئے کوششیں ساتھ ساتھ جاری ہے۔ اکثر و بیشتر تجزیہ نگار اور سیاسی مبصّرین اس خطّے میں ان محرکات کو متضاد اور نا موافق سمجھتے ہیں۔ ایک مشترکہ اندیشہ ہے کہ سیاسی اور انتظامی اصلاحات کے اقدامات جنگی صورت حال کی موجودگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان اصلاحات کی کامیابی کے امکان کو جنگ کی حالت میں کم سے کم تصور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تحفظ کی صورت حال اصلاحات کے اقدامات کو التواء میں ڈال سکتی ہے۔ تاہم یہ نقطہ نظر درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جنگ اور اصلاحات کو متناقص ربط میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ جنگ اور اصلاحات کیلئے کوششوں کو ایک مختلف تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دونوں تعلق یا ربط متلازم ہیں۔ جنگ عملِ جراحی کے اوزار کے طور پر خانہ بدوش اور قبائلی وجود کے غیر ضروری اساسی (ابتداء سے موجود) ڈھانچوں کو منہدم کرنے کیلئے استعمال ہو رہا ہے۔ قدامت پسند قبائلی ڈھانچے اور اس کے عناصر کو صرف جنگ کی خوف و دہشت کی بدولت ختم کیاجا سکتا ہے۔ معاشرے کی مہذب طرز پر تعمیر نو اور تجدید کیلئے پرانی عمارت کو منہدم کرنا نا گزیر ہے جو اس خطے میں بدلتے حالات کا تقاضا بھی معلوم ہوتا ہے۔ پرانے ڈھانچوں کی موجودگی میں اصلاحات کا تعارف بلا شبہ ایک بیکار مشق ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ نئے نظریات کو پرانے نظام میں جگہ نہیں دی جا سکتی۔ معاشرے کی نئی طرز پر تعمیر نو اور اصلاحات کیلئے موجودہ اساسی عمارت کا خاتمہ ضروری ہے۔ لہٰذا جنگ اصلاحات کے عمل میں رکاوٹ نہیں ڈال رہا ہے بلکہ امید کیجاتی ہے کہ یہ معاشرے میں تبدیلی کے عمل کو آسان کرنے کیلئے راہ ہموار کرے۔ جنگ کی تباہی مکمل طور پر تعمیر نو کے عمل کے ساتھ مطابقت میں ہے۔ اگر جنگ پرانے نظام کے ناقابل تسخیر حلقوں کو منہدم کر رہا ہے تو یہ ایک ایسا ماحول بھی پیدا کر رہا ہے جس کی بدولت اس خطے میں مصروف فوجی انتظامیہ نئے مواصلاتی نظام سمیت سڑکوں کی تعمیر بھی کر رہی ہے۔ نو آبادیاتی کردار نگاری کے مصنفین کا نقش کردہ سرکشی اور نا مغلوبی کے بے بنیاد مفہوم کو بدلتے وقت کے سخت حقائق کی احساس آگاہی نے بے دخل کرنا ہے۔ اس احساس آگاہی کی بدولت نئے ذہن اور روح نے زندگی کے نئے نقطہ نظر کیساتھ دوبارہ جنم لینا ہے۔ نئے ذہن سے

یہ امید وابستہ ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر ہونے والے منظرِ مشغل میں ہم آہنگ کریں جو اس خطے کے افق پر جنگ کے شعلے ہٹنے کے بعد ابھرنے کو ہے۔

مستقبل میں یہ درّے سرحدوں کے پار معاشی اور ثقافتی حرکت پذیری کے پر امن گزرگاہیں بنیں گی جن کی بدولت منڈیاں، تجارت اور کاروبار ترقی پذیر ہو گا۔ اس طرح سکون نے دہشت کا جگہ لینا ہے، سیاسی استحکام اور نظم و ضبط نے انتشار کا جگہ لینا ہے، قانون کی حکمرانی نے روایات کی جگہ لینا ہے اور نئے نظام نے پرانے نظام کا جگہ لینا ہے اور یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی اور انتظامی اصلاحات کا مستقبل روشن ہو گا۔

حوالہ جات

۱- پاک افغان سرحد ڈیورنڈ لائن کے نام سے مشہور ہے جسے سر مورٹیمر ڈیورنڈ نے۹۴-۱۸۹۰ء میں برطانوی ہندوستان اور افغانستان کے سرحدی علاقوں کی جامع جانچ پڑتال کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان کھینچا تھا۔
Sarfraz Khan, "Special Status of Tribal Areas (FATA): An Artificial Imperial Construct Bleeding Asia" in *Eurasia Border Review*, Vol. 1, Spring 2010, p. 63.

2- IPRI Factfile, "FATA: A Profile of Socio-Economic Development", (Islamabad: Islamabad Policy Research Institute, 2008), p. 15.

۳- ایضاً، ص۲۱۔

4- Government of Pakistan, *FATA Sustainable Development Plan (2006 - 2015)*, (Peshawar: Planing and Development Department, Civil Secretariate FATA, 2006), p. 3.

۵- افغانستان میں ان نو (۹) صوبوں میں سے تین (۳) صوبے یعنی، کنڑ، نورستان اور نیمروز ایسے ہی جن میں مسلمان، سکھ اور ہندو کے علاوہ دوسرے گروہ بھی آباد ہیں۔
Shuja Nawaz, *FATA - A More Dangerous Place: Meeting the Challenge of Militancy and Terror in the Federally Administered Tribal Areas of Pakistan*, (Washington: Centre of Strategic and International Studies, January, 2009), p. 2.

6- Sarfraz Khan, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, Area Study Centre, (Russian, China and Centre Asia) University of Peshawar, pp. 8-9.

7- Akbar S. Ahmad, *Social and Economic Change in the Tribal Areas*, (Karachi: Oxford University Press, 1977), p. 30.

۸- ۱۹۶۰ء سے پہلے باجوڑ کا مرتبہ نیم آزاد تھا جس طرح ریاست دیر اور سوات تھا جو کہ ملاکنڈ ایجنسی کے پولیٹکل ایجنٹ کے سیاسی دائرہ اختیار میں آتے تھے۔ باجوڑ کو ۱۹۶۰ء میں ملاکنڈ ایجنسی کا سب ڈویژن قرار دیدیا گیا جس کی سیاسی نگرانی اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ کرتا تھا۔

Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008. p. 11.

9- Syed Wiqar Ali Shah, "Political Reforms in Federally Administered Tribal Areas (FATA): Will It End the Current Militancy" in *Heidelberg Paper in South Asian and Comparative Politics*, Working Paper No. 64, January 2012. p. 13.

۱۰- تاریخی اعتبار سے اہمیت کا حامل درّہ خیبر ایک بڑا شمالی راستہ تھا جو افغانستان سے برطانوی ہندوستان میں داخل ہوتا تھا۔

Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, p. 10.

11- Sarfraz, "Special Status of Tribal Ares (FATA) An Artificial Imperial Construct Bleeding Asia" in *Eurasia Border Review*, Vol. 1, Spring 2010, p. 63.

12- Government of NWFP, *Important Agency/FR Wise Socio-Economic Indicators of FATA (2000-2001)*, Bureau of Statistics Planing and Development Department, n.d, p. 42.

13- Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, pp. 10-11.

14- Muhammad Zaheer Khan and Sharafat Ali Chaudhry, "Conflict in Kurram Agency: Nature and Causes" FATA Reseirach Centre Islamabad, http://iifrc.com.pk/articles/conflictin-kurram-agency, accessed on Jun 12, 2013, n.p.

15- Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, pp. 12.

16- Government of NWFP, *Important Agency/FR Wise Socio-Economic Indicators of FATA (2000-2001)*, p. 42.

17- Sarfraz, "Special Status of Tribal Ares (FATA) An Artificial Imperial Construct Bleeding Asia" in *Eurasia Border Review*, Vol. 1, Spring 2010, p. 63. Also see Akbar S. Ahmad, *Social and Economic Change*

in Tribal Areas, (Karachi: Oxford University Press, 1977), p. 35.

18- Farhat Taj, "Life in Orakzai" in daily *The News*, 11 February, 2009.

19- Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, pp. 12.

20- Government of NWFP, "Development Briefs of North Waziristan Agency" in Agency/FRs Development Briefs of FATA (2002-03), Bureau of Statistics Planing and Development Department, n.d, p. 3.

21- Akbar, *Social and Economic Change in the Tribal Areas,* p. 37.

22- Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, pp. 13.

23- Government of NWFP, *Important Agency/FR Wise Socio-Economic Indicators of FATA (2000-2001)*, p. 42.

24- Sarfraz, "Special Status of FATA: Illegal Becoming Licit" in *Central Asia*, No. 63, Winter 2008, pp. 13-14.

۲۵- ایضاً، ص ۱۴۔

۲۶- ایضاً۔

27- J.W. Spain, *The Pathan Borderland*, (The Hague: Mouton and Co., 1963), pp. 145-146.

28- Richard Issaq Bruce, *The Forward Policy and Its Results,* (Quetta: Gosha-e-Adab, 1977), pp. 14-15.

۲۹- ایضاً، ص ۱۵۔

۳۰- ایضاً،ص ۱۹۔